ترکمنستان و قازقستان سے) تیل اور قدرتی گیس کے اخراج اور اسے صاف کرکے بیرونی منڈیوں تک ترسیل کے عمل میں ایرانی شرکت کی مخالفت کرتا رہا' تاہم پچھلے سال (۱۹۹۷ء) میں ایران میں آیت اللہ خاتمی -- جو قدرے اعتدال پسند خیال کئے جاتے ہیں -- کے عہدہ صدرات سنبھالنے کے بعد امریکی قیادت نے یہ عندیہ دیا کہ امریکہ ترکمنستان سے ایران کے راستے ترکی تک تعمیر کی جانے والی مجوزہ گیس پائپ لائن کے منصوبے کی مخالفت نہیں کرے گا۔ امریکہ کے موقف میں اس اچانک تبدیلی کا بظاہر مقصد روس اور ایران میں بعد پیدا کرنا ہے کیونکہ امریکیوں کو ایران - روس اشتراک کے تزویراتی مضمرات کا احساس ہونے لگا ہے۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ روس' امریکہ اور یورپ کو' براہ راست روسی مداخلت سے ماوراء خطے میں بچھائی جانے والی پائپ لائنوں کے منصوبوں پر عملدرآمد روکنے کی حتی الامکان کوشش کرتا رہا ہے۔ گذشتہ سات برس سے وہ شیوران اور دیگر ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طرف سے قازقستان اور ترکمنستان سے تیل کی ترسیل کی کوششوں میں روڑے اٹکاتا رہا ہے[۱۰۱]۔

روس - ایران تعلقات دونوں ممالک کی ضرورت ہیں۔ ماسکو وسطی ایشیا' قفقاز اور افغانستان میں ایرانی اثر و نفوذ کو قبول کرنے پر مجبور ہے کیونکہ ماسکو کو مشرق وسطی میں داخلے کے لیے ایران کی ضرورت ہے۔ دوسری طرف ایران کو سیاسی اور دفاعی شعبوں میں ماسکو کی امداد کی ضرورت ہے۔ وسطی ایشیا اور افغانستان میں روس (اور کم تر درجے میں وسط ایشیائی ریاستیں) استحکام کے حصول کے لیے ایران کے تعاون کی خواستگار ہیں۔ افغانستان کی بگڑتی ہوئی صورت حال میں ایران کے متوقع کردار کی بدولت "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کی اندرونی سلامتی کے حوالے سے روس اور "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" (کے دیگر ممالک) کی پالیسیوں میں ایران کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے۔ چنانچہ روس محض امریکہ کی خوشنودی کے لیے ایران سے تعلقات بگاڑنے کے لیے تیار دکھائی نہیں دیتا ہے[۱۰۲]۔ بہرحال ایک بات طے ہے کہ ماسکو ایران کو اپنے حریف کے طور پر دیکھنا کبھی بھی پسند نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس وہ اسے وسطی ایشیا اور سابق سوویت ریاستوں میں اثر و نفوذ حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف دیگر حریف ممالک کو لگام دینے کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے[۱۰۳]۔

ایران - قفقاز: دوطرفہ تعلقات

قفقاز کے بارے ایرانی پالیسی کو سمجھنے کے لیے اس خطے کی بعض منفرد خصوصیات کا ادراک

ضروری ہے۔ نسلی اعتبار سے جنوبی قفقاز کا علاقہ تین بڑی قومیتوں پر مشتمل ہے۔ جو ایک دوسرے کے روایتی علاقوں میں اقلیتوں کی شکل میں موجود ہیں۔ تینوں بڑی قومیتوں - آذری' آرمینیائی اور جارجین - میں سے صرف آذری' مذہب اور مسلک (شیعہ) کے اعتبار سے ایرانیوں کے قریب ترین ہیں۔ تاہم ۷۰ سال تک لادین سوویت نظام کا حصہ رہنے کی وجہ سے نو آزاد آذربائیجان کے سماجی اور سیاسی شعبوں میں مذہب فیصلہ کن کردار کا حامل نہیں رہا ہے۔ اس کے برعکس ایرانی عام طور پر اور ایرانی آذری بالخصوص -- جنہیں ایران کی داخلی سیاست میں اور اس کی خارجہ پالیسی کی تشکیل سے متعلق اداروں میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ آذربائیجان کے ساتھ مشترک مذہب و مسلک کے رشتوں کو انتہائی اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دوسری طرف ایران نو آزاد عیسائی ریاستوں - آرمینیا اور جارجیا -- کے ساتھ بھی خصوصی تعلقات کے قیام اور ان میں توسیع کا خواہاں ہے۔ اس پس منظر میں خطے میں لسانی اور مذہبی بنیادوں پر رونما ہونے والے تنازعات نے ایران کو ایک دوراہے پر لاکھڑا کیا ہے۔

جنوبی قفقاز (یاماورائے قفقاز) کے اس خطے کی دوسری بڑی اہم خصوصیت یہ ہے کہ سوویت یونین سے آزادی کے بعد یہاں کی جغرو سیاسی (geopolitical) صورت حال میں ایک نئی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ اس نئی صورت حال میں خطے میں اثر و نفوذ حاصل کرنے کے لیے تین علاقائی طاقتیں (جن میں سے ایک سابق سپرپاور بھی ہے اور ان ممالک کو ان کی آزادی کے بعد بھی اپنا دائرہ اثر قرار دینے کی دعویدار بھی ہے) کوشاں ہیں۔ ان طاقتوں میں ترکی' ایران اور روس شامل ہیں۔

خطے کی تیسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ سوویت یونین کی تحلیل سے بھی قبل سے یہاں نسلی اور مذہبی بنیادوں پر تنازعات' مسلح تصادم اور خونریز جنگوں کی شکل اختیار کرچکے تھے۔ جارجیا - ابخازیا تنازعے کی نسبت آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان نگورنو کاراباخ کے مستقبل کے تعین سے متعلق تنازعہ انتہائی پیچیدہ شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس تنازعے کی پیچیدگی میں متعدد عوامل نے کردار ادا کیا ہے۔ نسلی تعصب' قومی احیاء' مذہب' سرحدات کے تعین پر اختلافات' تاریخی علاقائی دعووں' اور زار شاہی روس نیز سوویت عہد کے کمیونسٹ نظام کے ورثے نے اس تنازعے کو تقریباً" لاینحل بنا کر رکھ دیا ہے۔ ایران کے حوالے سے یہ بات پیش نظر رہے کہ جغرافیائی طور پر وہ اس تنازعہ کے علاقے سے قریب ترین بیرونی ملک ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ایران کے اندر آذریوں کی ایک کثیر تعداد اور نسبتاً" کم تعداد میں آرمنی باشندے بھی آباد ہیں۔ اس تناظر

میں ایرانی اس تنازعے کے طول پکڑنے کی صورت میں اس کے اثرات خود ایران تک پہنچنے کے خدشات کا شکار ہیں۔ ایرانیوں نے اس تنازعے کی اس پیچیدہ نوعیت کا ادراک کرتے ہوئے ایک ایسی عملیت پسندانہ پالیسی اختیار کی جس کی بنا پر حتی الامکان تہران - باکو اور تہران - یریوان تعلقات میں بگاڑ پیدا ہونے سے بچا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ ایران اس تنازعہ کے اثرات ایران تک پہنچنے کا تدارک کرنے میں کامیاب رہا ہے[۱۰۴]۔

بنیادی طور پر ایران کی قفقاز پالیسی میں بھی دو عوامل کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ اولاً ایران علاقے میں ماسکو کی بالادستی کو چیلنج کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہتا ہے۔ اور ثانیاً ایران مذہبی' لسانی اور ثقافتی (آذربائیجان کے معاملے میں) اور تاریخی روابط (آرمینیا اور جارجیا کے معاملے میں) کو قومی مفادات کے حصول کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ نظریاتی مداخلت (ideological inroads) یا "انقلاب" کی برآمد کا عنصر یہاں بھی ایرانی سرگرمیوں میں شامل دکھائی نہیں دیتا ہے۔ ایران نے اس خطے کے ساتھ تعلقات کے لیے سوویت یونین کی تحلیل سے قبل ہی کوششیں شروع کردی تھیں۔ ایرانی انقلاب کے روحانی رہنما آیت اللہ خمینی کی وفات سے چند ہفتے بعد ہاشمی رفسنجانی نے ۱۹۸۹ء میں میخائیل گورباچوف سے (ماسکو میں) ایرانی پارلیمنٹ کے سپیکر کی حیثیت سے ملاقات کی۔ رفسنجانی نے اپنی اس ملاقات میں سوویت حکام کی طرف سے خطے میں ایرانی سرگرمیوں کے لیے منظوری حاصل کی[۱۰۵]۔ جون ۱۹۸۹ء میں (اپنے دورہ ماسکو کے بعد) جناب ہاشمی رفسنجانی نے باکو کا دورہ کیا۔ ایران وہ پہلا ملک تھا جس نے سوویت یونین کی تحلیل سے بھی قبل باکو میں سفارتی نمائندگی کے لیے دفتر کھول[۱۰۶]۔ باکو تہران سے توقع رکھتا تھا کہ آزادی کے اعلان کے فوراً بعد وہ آذربائیجان کی آزادی تسلیم کرلے گا۔ ایران کی طرف سے اس سلسلے میں "دیکھو اور انتظار کرو" کی پالیسی نے بعد میں ایران - آذربائیجان تعلقات پر منفی اثرات مرتب کئے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ایرانی' خطے کے ساتھ اپنے اقتصادی اور ثقافتی تعلقات کو ایران - ماسکو روابط کے پس منظر میں تشکیل دینا چاہتے تھے۔ اور وہ اس سلسلے میں کسی بھی طور ماسکو کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے[۱۰۷]۔

گورباچوف - رفسنجانی ملاقات کے بعد ایران کی وزارت خارجہ میں ایک نئے ڈیسک کا قیام عمل میں لایا گیا جس کی ذمہ داری آذربائیجان سمیت دیگر ریاستوں کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں مختلف سرگرمیوں میں تنسیق وارتباط پیدا کرنا تھا۔ بہرحال اس نئے ڈیسک کے قیام کا بنیادی مقصد آذربائیجان کے ساتھ سرکاری روابط کی توسیع کے لیے مختلف اقدامات کرنا تھا۔ آذری بھی'

اپنے مقاصد کے حصول کے لیے' ایران کے ساتھ قریبی تعلقات کے قیام کے خواہش مند تھے۔ ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کی تحلیل سے قبل آذربائیجان کے متعدد اعلیٰ سرکاری اہل کار ایران کے دورے کر چکے تھے۔ آذربائیجان کی آزادی کے بعد ایران - آذربائیجان تعلقات میں مزید توسیع ہوئی۔ جب تک آذربائیجان میں پرانے کمیونسٹ عناصر عنان اقتدار پر قابض رہے' ایران - آذربائیجان تعلقات میں گرم جوشی دیکھنے میں آتی رہی۔ مئی ۱۹۹۱ء میں ابو لفض ایلچی (یا ایلچیائی) کی قیادت میں پاپولر فرنٹ کے اقتدار میں آنے کے بعد ایران - آذربائیجان تعلقات سرد مہری کا شکار ہوئے۔ ایلچی کے ایران مخالف رجحانات بنیادی طور پر دونوں ملکوں کے تعلقات میں سردمہری کا باعث بنے۔

ایران کے بارے میں ایلچی حکومت کی پالیسی میں "عدم استقلال" (inconsistency) کا عنصر غالب رہا۔ اپنے دور صدارت کے ابتدائی عرصے میں وہ ایران - مخالف جذبات کا برملا اظہار کرتے رہے۔ تاہم بعد میں انہوں نے ایران سے متعلق نسبتاً" متوازن پالیسی اپنائی۔ ایلچی حکومت کے اس بدلتے ہوئے رویے کی متعدد وجوہات تھیں۔ اولا" وہ بتدریج اپنے نظریاتی تشخص کو خیرباد کہتے ہوئے ایک حکمران (statesman) کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے۔ ثانیا" آرمینیا کے ساتھ تنازعے میں آذربائیجان کی پوزیشن کمزور ہوگئی تھی۔ ثالثا" ایران کی طرف سے ان کے حریف حیدر علییف کے ساتھ بہتر تعلقات کے قیام کی کوششوں نے انہیں تہران سے متعلق اپنے موقف میں لچک پیدا کرنے پر مجبور کیا۔ (حیدر علییف اس وقت نخچیوان کے خود مختار صوبے کی پارلیمان کے سپیکر تھے اور انہوں نے اگست ۱۹۹۲ء میں ایران کا دورہ کیا تھا اور ایرانیوں نے ان کی خوب آؤبھگت کی تھی)۔ جون ۱۹۹۳ء میں جب ایلچیبی حکومت رخصت ہوئی اور ان کی جگہ حیدر علییف نے باکو میں اقتدار سنبھالا تو ایرانیوں نے اس تبدیلی پر خوشی کا اظہار کیا۔ آذربائیجان کی اندرونی سیاست میں یہ تنوع ایران - آذربائیجان تعلقات پر اثر انداز ہوتا رہا ہے۔

ایران - آذر بائیجان تعلقات کے حوالے سے ایران کے لیے ایک اور قابل تشویش پہلو آذر بائیجان میں "عظیم تر آذربائیجان" کے قیام کے خواہشمند عناصر کی سرگرمیاں ہیں۔ عظیم تر آذربائیجان یا "متحدہ آذربائیجان" کا پرچار کرنے والے یہ عناصر ایرانی (جنوبی) آذربائیجان کو ایران سے کاٹ کر آذربائیجان میں شامل کرنا چاہتے ہیں۱۰۸۔ ان خیالات کے حامی زیادہ تر ایلچی کے پاپولر فرنٹ سے تعلق رکھتے ہیں۱۰۹۔ ایران - آذربائیجان تعلقات کے حوالے سے (آذربائیجان

کے نقطۂ نظر سے) ایک تیسرا ناخوشگوار پہلو ایران کے آرمینیا کے ساتھ بڑھتے ہوئے تعلقات ہیں۔

ان تمام منفی عوامل کے باوجود ایران - آذربائیجان تعلقات میں نمایاں پیش رفت ہوئی ہے۔ ایران اور آذربائیجان کے درمیان سفارت کاروں کے لیے ویزا کی پابندی ختم کردی گئی ہے۔ سرحدوں کو مسافروں کی آمدورفت کے لیے کھول دیاگیا ہے۔ ثقافتی اور اقتصادی تعاون کے لیے مفاہمت کی یادداشتوں پر دستخط ہو چکے ہیں۔ سوویت عہد میں باکو میں قائم کیے گئے قونصل خانہ کو سفارت خانہ کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ مئی ۱۹۹۲ء میں دونوں ممالک کے مابین "معاہدہ دوستی" پر دستخط ہوئے[۱۰]۔ ثقافتی شعبوں میں دونوں ممالک کے مابین تعاون روز افزوں ہے۔ دونوں ممالک کے ناشرین اپنی کتب کی نمائش ایک دوسرے کے ممالک میں کر رہے ہیں۔ مئی ۱۹۹۳ء میں ایران کے "اسلامی رہنمائی" کے وزیر علی لارجانی نے اپنے دورہ باکو کے دوران دونوں ممالک کے مابین ثقافتی روابط میں مزید توسیع کے لیے متعدد سمجھوتوں پر دستخط کیے[۱۱]۔ عوامی سطح پر بھی دونوں ممالک کے درمیان روابط وسعت پذیر ہیں۔ آذربائیجانی شہری ایران کے مقدس مقامات (مشہد' قم اور دیگر) کی زیارت کے لیے آتے جاتے ہیں۔ ایران میں شادی پر اٹھنے والے کثیر اخراجات کے پیش نظر ایرانی مردوں میں آذری عورتوں سے شادی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ آذربائیجان اور ایرانی آذربائیجان کے ادبی حلقوں میں نزدیکی روابط قائم ہو چکے ہیں۔

اقتصادی شعبے میں ایران آذربائیجان کے ساتھ تیل اور گیس کی صنعت اور اس سے وابستہ انفراسٹرکچر کی تعمیر' ذرائع مواصلات کی ترقی اور مستقبل میں اقتصادی سرگرمیوں کی تنظیم کے لیے ایک اداراتی ڈھانچے کے قیام جیسے اہم امور میں تعاون کر رہا ہے۔ ایران آذربائیجانی تیل کی فروخت' آذربائیجان کو تکنیکی امداد کی فراہمی اور ایران - سوویت یونین معاہدے کے تحت ایک ملین مکعب میٹر گیس کی آذربائیجان کو فراہمی پر رضا مندی کا اظہار کر چکا ہے۔ آذربائیجانی تیل کی ترسیل کے سلسلے میں ایران اور آذربائیجان کے مابین باکو سے ایران کے راستے ترکی تک پائپ لائن بچھانے کا منصوبہ زیر غور ہے۔ آذربائیجان' ایران اور یوکرین کے اشتراک سے گیس کی ترسیل کا ایک اور منصوبہ بھی تینوں ممالک کے زیر غور ہے جس کی رو سے آذربائیجان کے راستے ایرانی گیس یوکرین کو سپلائی کی جائے گی۔ اس سلسلے میں مئی ۱۹۹۳ء میں تہران میں سمجھوتے پر دستخط ہو چکے ہیں[۱۲]۔

مواصلات کے شعبے میں تہران - باکو ہوائی سروس کا اجراء (۱۷ مارچ ۱۹۹۲ء) سے ہو چکا

ہے۔ ایران - آذربائیجان مشترکہ شپنگ کمپنی کا قیام عمل میں آچکا ہے اور بحیرہ کیسپین کے ساحل پر دونوں ممالک کی بندرگاہوں کے مابین بحری جہازوں کی آمدورفت شروع ہو چکی ہے۔ ایران نے آذربائیجان کے ٹیلی کمیونیکیشن نظام کو بہتر (upgrade) کرنے کے معاہدہ پر دستخط کئے ہیں۔ ایران کی طرف سے آذربائیجان کے لیے ڈاک کی ٹکٹوں کی چھپائی کے معاہدہ پر بھی دستخط ہو چکے ہیں۔ ایران اور آذربائیجان کے مابین وزارتی سطح پر جائنٹ اکانومک کو آپریشن کمیشن کا قیام عمل میں لایا جاچکا ہے۔ ایران - آذربائیجان (مشترکہ) چیمبر آف کامرس کی تشکیل ہو چکی ہے اور ایران کے پرائیویٹ سیکٹر کے ادارے آذربائیجان میں فعال ہیں۔

نگورنو کارا باخ تنازعہ اور ایران

نگورنو کارا باخ پر آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان تنازعہ کے سلسلے میں ایران کا رویہ مختلف ادوار میں مختلف رہا ہے۔ بنیادی طور پر ایران کی خواہش تھی کہ وہ اس تنازعے میں ثالث کا کردار ادا کرے اور مذاکرات کے ذریعے دونوں ممالک کے مابین سیاسی مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اس سلسلے میں مئی ۱۹۹۲ء میں ایران آذربائیجان اور آرمینیا کے مابین تہران میں سربراہی ملاقات کرانے میں کامیاب ہوا۔ ایران کی وساطت سے متعدد بار دونوں ممالک کے مابین جنگ بندی کے سمجھوتے بھی ہوئے۔

نگورنو کارا باخ کا تنازعہ سوویت یونین کی تحلیل سے قبل کا ہے۔ تنازعے کے اس دور میں ایران نے اس تنازعے کو "سوویت یونین کا داخلی معاملہ" قرار دیا۔ اس دوران ایران کے وزیر خارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولایتی نے نومبر ۱۹۹۱ء میں قازقستان کے دارالحکومت الماتی میں آرمینیا کے صدر سے ملاقات کی اور ایران کی طرف سے مصالحتی کردار ادا کرنے کی پیشکش کی۔[۱۳]

سوویت یونین کی تحلیل کے بعد ایران نے کارا باخ تنازعے کے بارے میں اپنی پالیسی میں بنیادی تبدیلی کی اور تنازعہ کے حل کے سلسلے میں ایک مرحلہ وار منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اس منصوبے کے رو سے پہلے مرحلے میں ڈاکٹر علی اکبر ولایتی نے صورت حال کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے مارچ ۱۹۹۲ء میں باکو کا دورہ کیا۔ دوسرے مرحلے میں مارچ ۱۹۹۲ء کے وسط ہی میں ایران نے آذربائیجان اور آرمینیا کے نمائندوں کی تہران میں ملاقات کرائی۔ تیسرے مرحلے میں ایران کے نائب وزیرخارجہ محمود واعظی ایک ماہ تک باکو اور یریوان کے مابین شٹل ڈپلومیسی کے بعد دونوں ممالک کے مابین جنگ بندی سمجھوتہ طے کرانے میں کامیاب ہوئے۔ چوتھے مرحلے میں